اللہ تعالیٰ اپنے تازہ نشان دکھاتا رہتا ہے اس کے باوجود آپ کے قدم ڈگمگائیں تو بہت بڑی محرومی ہوگی

(خطبہ جمعہ فرمودہ 15 مئی 1998ء بمقام بادکروئس ناخ، جرمنی)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انورؒ نے درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۸﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۪ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۰۹﴾ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۱۰﴾ (البقرۃ:208 تا 210)

پھر فرمایا:

یہ آیات جن کی آج میں نے اس جمعہ میں تلاوت کی ہے جمعہ کے پیش نظر بھی اور مجلس انصار اللہ کے اجتماع کے پیش نظر بھی ان آیات کا انتخاب کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ جو اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں اللہ کی رضا کی نگاہوں کی خاطر۔ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ اور اللہ اپنے بندوں پر بڑی شفقت فرمانے والا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً اے لوگو جو ایمان لائے ہو فرمانبرداری کے دائرہ میں تمام تر داخل ہو جاؤ۔ وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اور شیطان کے نقوش قدم کی پیروی نہ کرو۔ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ یقیناً وہ تمہارا کھلا کھلا دشمن ہے۔ فَاِنْ زَلَلْتُمْ اس کے باوجود اگر تمہارے قدم

ڈگمگا جائیں اور تم پھسل جاؤ بعد اس کے کہ کھلے کھلے نشانات تم تک آ چکے ہوں۔ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ تو خوب جان لو کہ اللہ بہت غالب اور بزرگی والا اور بہت حکمت والا ہے۔

ان آیات میں جو طرز بیان ہے وہ ظاہر کرتی ہے کہ خدا کی مرضی کو چاہنے والے لمحہ لمحہ اس کا انتظار کرتے ہیں۔ مَرْضَاتِ کا لفظ جمع ہے اسے محض رضا کہنا کافی نہیں۔ اگرچہ رضا بھی جمع کے مضمون یا معنوں میں بعض دفعہ استعمال کی جاتی ہے مگر میرے نزدیک مَرْضَاتِ کا استعمال واضح طور پر یہ بتا رہا ہے کہ لمحہ لمحہ اس کی رضا کی نظروں کی خاطر اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں۔ یہ بہت ہی عظیم کلام ہے جو خاص طور پر انصار اللہ کے لئے ایک بہت بڑی نصیحت ہے۔ انصار اللہ وہ خدا کے بندے ہیں جو عمر کے ایسے گروہ میں داخل ہو چکے ہیں جہاں سے پھر خدا ہی کے حضور پیشی ہے اس کے بعد اور کوئی مقام نہیں۔ پس کتنے سانس باقی ہیں کہ انہیں غیر اللہ کی خاطر لو گے۔ جتنے بھی سانس نصیب ہیں وہ سارے کے سارے اللہ کی رضا کی خاطر اس طرح پیش کر دینے چاہئیں کہ گویا اپنی جان بیچ ڈالی۔ یہی وہ وقت ہے جب آپ توجہ کے ساتھ اپنی زندگی کے لمحے لمحے پر نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ کیا واقعۃً آپ کی زندگی کا ہر لمحہ اللہ کی رحمت کا اور اس کی رضا کا انتظار کر رہا ہے کہ نہیں۔ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ کے بعد باقی اپنا تو کچھ بچتا نہیں جو کچھ ہے وہ گویا بیچ ڈالا اور سودا یہ ہے کہ جب بھی خدا کی نظر پڑے محبت کی نظر پڑے۔ اس کی خاطر جب اپنی جان بیچ ہی ڈالی تو رہا کیا باقی، اختیار تو کوئی نہیں اور اگر یہ نہیں تو پھر آپ نے اپنی زندگی کا مقصد پورا نہ کیا۔ پس اگرچہ اس آیت کا اطلاق تمام مومنوں پر جو شعور رکھتے ہیں کسی بھی عمر کے ہوں ان پر ہوتا ہے لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے انصار اللہ پر اس کا اطلاق بہت زیادہ شدّت کے ساتھ ہوتا ہے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں بہت سے صحابہؓ تھے جو یہی کیا کرتے تھے کہ لمحہ لمحہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار رہتا تھا کہ اب کوئی ایسی بات کہیں جو ہمارے لئے ازدیادِ ایمان کا موجب بنے یا اس آیت کے اطلاق کے طور پر میں یہ کہوں گا کہ شاید ہماری کسی ادا پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیار کی نگاہیں ہم پر پڑیں اور جیسا کہ میں نے احادیث کا مطالعہ کیا ہے بکثرت ایسے صحابہؓ تھے جو خصوصیت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی نظر کی تلاش میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیٹھا کرتے تھے شاید کوئی ایسی ادا ہو جس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیار سے

دیکھ لیں۔ تو وہ لوگ جو خدا کی خاطر ہمیشہ اس انتظار میں رہتے ہیں یا خدا کے پیار کی نظروں کے لئے ہمیشہ اس انتظار میں رہتے ہیں ان پر پھر اللہ تعالیٰ پیار کی نظریں ڈالا بھی کرتا ہے۔ یہ خوشخبری ہے جو اس کلام میں مضمر ہے۔ آنحضرت ﷺ بھی جانتے تھے کہ کون کون آپ ﷺ کی پیار کی نظروں کا خواہاں ہے اللہ تو بہت زیادہ جانتا ہے۔ پس اگر اپنی باقی زندگی ایسے حال میں صرف کریں کہ آپ کو یہ اُمید رہے، یہ انتظار رہے کہ کبھی تو کوئی ایسی بات ہم سے ظہور ہو کہ خدا کے پیار کی ہم پر نظر پڑے۔ تو یاد رکھیں کہ یہ بعید نہیں ہے۔ جس کی اپنے ربّ سے یہ توقع ہے اللہ ان توقعات کو پورا کرنا جانتا ہے۔ توفیق بھی وہی دیا کرتا ہے۔

پس اس پہلو سے حقیقت میں سلم یعنی مقام امن، وہ فرمانبرداری کا دائرہ جس کو سلم کہا گیا ہے جس کو دوسرے معنوں میں مقامِ امن، مقام محبت سرائے ما بیان کرتا ہوں۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا ادۡخُلُوۡا فِی السِّلۡمِ کَآفَّةً: پس اے لوگو جو ایمان لائے ہو اس سلم یعنی خدا کی محبت کے امن کے دائرہ میں تمام تر داخل ہو جاؤ۔ کَآفَّةً کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ ہر داخل ہونے والا یہ دیکھے کہ اس کا کوئی دامن کا حصّہ باہر تو نہیں رہا وہ پورے کا پورا خدا کی محبت کے امن کے دائرہ میں داخل ہو چکا ہے کہ نہیں کیونکہ ایک ذرّہ بھی اس کا اس دائرہ سے باہر رہا تو وہ خطرہ میں ہے۔ دوسرے کَآفَّةً سے مراد یہ ہے کہ تمام مومن چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں وہ سارے کے سارے داخل ہوں تا کہ مومنوں کی ایک جماعت خدا تعالیٰ کی محبت کی طالب بن کر اپنی زندگی بسر کرے اور اس کا نتیجہ یہ نکلے گا وَ لَا تَتَّبِعُوۡا خُطُوٰتِ الشَّیۡطٰنِ ایسے لوگ جو اس محفوظ دائرہ میں آ جائیں گے ان کے لئے ممکن ہی نہیں رہتا کہ وہ شیطان کے قدموں کی پیروی کریں۔ پس اگرچہ یہ ایک زائد بات معلوم ہوتی ہے ''اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو'' مگر یہ حقیقت میں اس کا نتیجہ ہے کہ ایسا کرو گے تو تمہیں یہ توفیق نصیب ہوگی کہ جو خدا کے محبت کے دائرہ میں بیٹھا ہے اس کے لئے ممکن ہی کیسے ہے کہ وہ باہر نکل کر شیطان کے قدموں کی پیروی کرے۔ یہ دو متضاد باتیں ہیں بیک وقت ہو ہی نہیں سکتیں۔ اور شیطان کے متعلق فرمایا اِنَّهٗ لَکُمۡ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ جہاں بھی تم نے اسے موقع دیا کہ تمہیں پھسلائے جان لو کہ وہ ضرور تمہیں ہلاکت میں مبتلا کرے گا کیونکہ وہ تمہارا کھلا کھلا دشمن ہے۔ تو اس واضح تنبیہ کے بعد کسی مومن کے لئے یہ امکان ہی باقی نہیں رہتا کہ وہ خدا کی محبت کے دائرہ سے باہر کوئی سانس

لے کیونکہ وہ جانتا ہے جب شیطان کو موقع ملا وہ اسے اچک لے گا۔اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے مرغی کے پروں کے نیچے اس کے چوزے آجایا کرتے ہیں۔ وہ تو نکل کے باہر بھی جاتے ہیں اور اِدھر اُدھر پھرتے ہیں لیکن اللہ کی پناہ میں جو ایک دفعہ آجائے ، اس کی رحمت کے پروں کے نیچے آجائے وہ نکلنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا لیکن مرغی کے چوزوں کو بعض انسانوں سے زیادہ سمجھ ہے۔ جب خطرہ درپیش ہو، کسی چیل کا سایہ دیکھیں جو سر پر منڈلا رہی ہو تو وہ دوڑ کر اپنی ماں کے پروں کے نیچے آجاتے ہیں اور وہیں اپنا امن دیکھتے ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ چیل باوجود اس کے کہ بہت خونخوار ہے اور چوزے پر ذرا بھی رحم نہیں کرتی اور جانتی ہے کہ مرغی کی اس کے مقابل پر کوئی بھی حیثیت نہیں مگر پھر بھی اسے یہ جرأت نہیں ہوتی کہ اس کے پروں کے اندر سے اس کا بچہ نوچ لے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ فطرت بخشی ہے کہ وقت پر جب اسے اپنے عزیزوں کے نقصان کا اپنے پیاروں کے نقصان کا خطرہ ہو تو انسان بپھر جاتا ہے اور سب سے زیادہ ماں بپھرتی ہے اور مختلف Naturalist جن کو کہتے ہیں یعنی جانوروں کی زندگی کا مطالعہ کرنے والے، بتاتے ہیں کہ بظاہر کمزور نظر آنے والی مائیں بھی ایسے موقعوں پر ایسا بپھرتی ہیں مثلاً شیرنی کہ اس کے مقابل پر بہت بڑے بڑے شیر بھی ڈر کے بھاگ جایا کرتے ہیں۔تو سوچیں کہ ایک مرغی کے بچے کو اگر یہ امن نصیب ہو تو وہ جو اللہ کے پیارے ہیں ان کو کیسا امن نصیب نہیں ہوگا مگر وہ چوزہ جو باہر رہ جائے ، جو سمجھے کہ کوئی ایسی بات نہیں ، وہ ضرور اُچکا جاتا ہے۔چیل اس پہ جھپٹتی ہے اور اس کو اڑا لے جاتی ہے۔ تو آپ لوگ مرغی کے چوزوں سے تو زیادہ عقل دکھائیں۔اوّل تو خدا کی پناہ میں آکر شیطان کے ہر خطرہ سے آپ بچ سکتے ہیں اور بچیں گے اور لازماً بچیں گے لیکن اگر یہ بے پرواہی ہوئی، اس دائرہ سے باہر نکل کر اپنی قسمت آزمائیں گے تو جان لیں کہ یقیناً آپ کی قسمت ہلاک شدہ لوگوں کی قسمت ہے۔ جونہی آپ نے یہ آزمائش کی اُسی آزمائش میں آپ مارے جائیں گے۔ پس قرآن کریم نے اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ کہہ کے بتا دیا کہ وہ تو تاک میں بیٹھا ہے۔شیطان کو تو ذرا بھی تم نے موقع دیا تو وہ تمہیں اچک کے لے جائے گا۔پس اس پہلو سے اپنی ساری زندگی کی، اپنے لمحہ لمحہ کی حفاظت ضروری ہو جاتی ہے۔فَاِنْ زَلَلْتُمْ اگر تم ڈگمگائے بعد اس کے کہ کھلے کھلے نشان تمہارے پاس آچکے ہیں فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ بہت غالب حکمت والا اور بزرگی والا ہے۔

احمدیوں کے لئے اس میں خصوصیت سے یہ سبق ہے کہ ان کے پاس اس کثرت سے اس دور میں نشان آئے ہیں کہ ان کے ڈگمگانے کا کوئی جواز باقی نہیں رہا۔ آئے دن اللہ تعالیٰ اپنے تازہ نشان آپ کو دکھاتا ہے اور اس کے باوجود اگر خدانخواستہ آپ کے قدم ڈگمگائیں تو بہت بڑی محرومی ہوگی۔

ان آیات کی تشریح کے طور پر میں حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کی ایک حدیث اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض اقتباسات آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ سنن الترمذی سے یہ حدیث لی گئی ہے۔ انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ:

”عہدِ نبوی میں دو بھائی تھے ان میں سے ایک آنحضرت ﷺ کے حضور حاضر رہتا تھا۔“

میں نے خصوصیت سے اس لئے یہ حدیث چنی ہے کہ بعض لوگوں کے ذہن میں صرف حضرت ابو ہریرہؓ کا نام آتا ہے کہ گویا وہی رہتے تھے مسجد میں۔ ابو ہریرہؓ تو دن رات وہیں رہتے تھے باہر نکلتے ہی نہیں تھے مگر بکثرت ایسے صحابہؓ تھے جو جتنا بھی ان کو وقت میسر ہو وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں رہا کرتے تھے اور ابو ہریرہؓ کے علاوہ بھی بعض ان میں سے ایسے تھے جنہوں نے اپنا روزمرّہ کا کام چھوڑ دیا تھا یعنی بظاہر نکمے تھے کچھ کمانے والے نہیں تھے۔ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ:

”آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک بھائی حاضر رہتا تھا اور دوسرا کام میں مصروف رہتا تھا۔ کام کرنے والے نے آنحضرت ﷺ سے اپنے بھائی کی شکایت کی۔“

کہ مجھ اکیلے پہ ہی بوجھ ڈالا ہوا ہے۔ ہر وقت یہ آپ ﷺ کے پاس بیٹھا رہتا ہے اور میں اکیلا گھر چلانے کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے ہوں۔

”آنحضور ﷺ نے فرمایا: لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهِ: کیا خبر عین ممکن ہے کہ تجھے جو رزق عطا کیا جا رہا ہے اس کے سبب سے ہو۔“

(جامع الترمذی، أبواب الزهد، باب فی التوکل علی اللہ ---، حدیث نمبر:2345)

بہت عظیم الشان ایک سرّ وابستہ ہے اس حدیث میں، ایک سرّ چھپا ہوا ہے اور وہ سب خدمتِ دین کرنے والوں کے لئے اور ان کے خاندانوں کے لئے ہے اور اسی طرح ان واقفین زندگی کے لئے ہے جنہوں نے کلیۃً اپنے آپ کو خدا کے حضور پیش کر دیا ہے۔ بہت سے ان کے خاندان والے،

رشتہ دار یہ سمجھتے ہوں گے کہ ہم ان پر احسان کر رہے ہیں، ہم نے ان کے بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں، ان کے بیوی بچوں کا خیال رکھتے ہیں اور اسی طرح آج جماعت جرمنی میں بکثرت ایسے بڑے اور بچے اور جوان اور عورتیں ہیں جن کو اپنے گھروں کی ہوش نہیں اور جو کلیۃً دین کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں واقعۃً ان میں سے بعض کے بھائی یا اقرباء سمجھتے ہیں کہ ہم ان کی خدمت کر رہے ہیں گویا کہ ہم نے ان کے بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں۔ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے اس فرمان کو پلے باندھ لو کہ تمہیں کیا پتا کہ تمہارے رزق میں ان کی وجہ سے برکت ہے۔ اگر یہ دین کی خدمت چھوڑ دیں تو پھر دیکھنا کہ تمہارا کیا حال باقی رہ جاتا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا یہ فرمان جیسا اس وقت سچا تھا ویسا ہی آج بھی سچا ہے۔ بعینہٖ اپنی پوری شان کے ساتھ آج کے زمانہ کے خدمت کرنے والوں پر بھی اور ان کے رشتہ داروں پر بھی اطلاق پاتا ہے۔ پس يَشْرِيْ نَفْسَهُ میں یہ سارے لوگ داخل ہیں جنہوں نے اپنی جانیں بیچ ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بہترین جزا دے اور ان کے اعزاء اور اقرباء کے دماغ میں وہم تک بھی نہ گزرے کہ ان کی وجہ سے ان کے خاندانوں کو کوئی نقصان پہنچ رہا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی آیت کی مختلف تشریحات پیش فرماتے ہیں، مختلف تحریروں میں آپ نے مختلف پہلوؤں پر زور دیا ہے۔ مثلاً فرمایا:

> ’’یعنی انسانوں میں سے وہ اعلیٰ درجہ کے انسان ہیں جو خدا کی رضا میں کھوئے جاتے ہیں۔ (اپنی جان بیچ دی تو باقی کیا رہا ان کے پاس۔ وہ دنیا سے غائب ہو جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی ذات اور اس کی یاد میں کھوئے جاتے ہیں۔) وہ اپنی جان بیچتے ہیں اور خدا کی مرضی کو مول لیتے ہیں۔‘‘

یہ مول لیتے ہیں بہت پیارا اظہار ہے یعنی فرمایا کہ جیسے سودا کرنے والے کو جو وہ خرچ کرتا ہے اس کے نتیجے میں وہ سودا دیا جاتا ہے جس کی خاطر وہ خرچ کرتا ہے۔ تو مول لیتے ہیں سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ اپنی رضا سے ان کو متمتع فرمائے کیونکہ گویا انہوں نے اس کی رضا خرید لی۔ اب اللہ سے تو کوئی ویسے سودا نہیں کر سکتا، اس کی رضا خریدی نہیں جا سکتی مگر جب وہ خود کہے کہ کون ہے جو میری رضا خریدنے والا ہے اور کچھ لوگ اس کے جواب میں آگے بڑھیں اور کہیں ہم ہیں تیری رضا خریدنا چاہتے ہیں تو پھر کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس ادّعا سے پیچھے ہٹ جائے وہ لازماً اپنی رضا ان کو عطا فرماتا ہے۔

”وہ اپنی جان بیچتے ہیں اور خدا کی مرضی کو مول لیتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا کی رحمت ہے ایسا ہی وہ شخص جو روحانی حالت کے مرتبہ تک پہنچ گیا ہے خدا کی راہ میں فدا ہو جاتا ہے۔(اب مُول لینا جو ہے یہ فدا ہونے سے ورے ورے نہیں ہوسکتا۔فرمایا:) جو شخص روحانی حالت کے مرتبہ تک (پہنچ گیا ہے) خدا کی راہ میں فدا ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ تمام دکھوں سے وہ شخص نجات پاتا ہے جو میری راہ میں اور میری رضا کی راہ میں جان کو بیچ دیتا ہے اور جانفشانی کے ساتھ اپنی اس حالت کا ثبوت دیتا ہے کہ وہ خدا کا ہے۔“

جانفشانی عمر بھر کرنی پڑتی ہے۔جان جو بیچی جاتی ہے کوئی ایک لمحہ کا سودا نہیں ساری زندگی کا سودا ہے۔ مرتے دم تک، آخری سانس تک جو جان بیچی ہے اب بیچنے والے کی نہیں رہی۔ پس یہ کوئی ایسا سودا نہیں جو اچانک کسی بکری کو کسی کے پاس بیچ دیا تھوڑا سا صدمہ اگر ہوا بھی تو اس کے بعد چھٹی کر لی۔ یہ تو ایک ایسی جان کا سودا ہے جو لمحہ لمحہ جینے والی جان ہے اور لمحہ لمحہ مرنے والی جان ہے۔ ہزار موتیں اسے خدا کی خاطر قبول کرنی ہوں گی اور ہزار زندگیاں ہر موت کے بدلے اسے ملیں گی۔ پس یہ ہے مَنۡ یَّشۡرِیۡ نَفۡسَہُ کہ جو اپنے نفس کو اللہ کی خاطر بیچ دیتا ہے۔فرمایا: ”جانفشانی کے ساتھ اپنی اس حالت کا ثبوت دیتا ہے۔“ یہ نہیں کہ ایک دفعہ بیچ دیا اور بات ختم ہوگئی۔ بہت سے واقفین زندگی ہم نے دیکھے ہیں جنہوں نے کسی خاص لمحہ عشق میں اپنی جان کو خدا کے سپرد کر دیا اور اس کے بعد چھٹی کر لی۔ پھر ساری عمر ایسی حرکتیں کرتے رہے جو جان بیچنے والے نہیں کیا کرتے۔اللہ تعالیٰ ایسوں کو پکڑتا ہے اور لازماً ان کا بدانجام ہوتا ہے۔کبھی بھی وہ اس حالت میں نہیں مرتے کہ گویا جان بیچنے والے تھے۔تو جان کا سودا تو پہلے کا ہے اور اس سودے کے حق میں ثبوت بعد میں مہیا ہوتے ہیں۔ ساری زندگی مہیا ہوتے رہتے ہیں۔

”اس حالت کا ثبوت دیتا ہے کہ وہ خدا کا ہے اور اپنے تمام وجود کو ایک ایسی چیز سمجھتا ہے جو طاعت خالق اور خدمت مخلوق کے لئے بنائی گئی ہے۔“

اب ایک اور پہلو بھی خدا کی خاطر جان بیچنے کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمارے سامنے کھول دیا۔فرمایا کہ وہ خدا کی خاطر جان بیچتا ہے تو خدا کی مخلوق کی خاطر بھی بیچتا ہے۔خدا کی

خاطر اس کا جان بیچنا تو شاید بعض نگاہوں کو دکھائی نہ دے مگر اس کی مخلوق کی خاطر جو جان بیچتا ہے وہ تو سب کو دکھائی دیتا ہے، ساری مخلوق اس پر گواہ ہو جاتی ہے اور اس بات پر بھی گواہ ہو جاتی ہے کہ وہ ان سے فائدے کی خاطر کچھ نہیں کرتا کیونکہ وہ فائدہ اٹھاتا نہیں۔ وہ جب شکریہ ادا کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہمارا شکریہ ادا نہ کرو۔ ہم تو رضائے باری تعالیٰ کی خاطر یہ کام کر رہے ہیں۔ تم شکریہ ادا کرتے ہو تو ہمیں کوفت ہوتی ہے۔ ہم نے تو اپنا سودا اللہ سے کیا ہے۔ تو یہ دعویٰ محض دعویٰ نہیں رہتا لمحہ لمحہ اس دعویٰ کا ثبوت ان کی زندگی مہیا کرتی ہے۔ وہ جب بنی نوع انسان کی خدمت کرتے ہیں تمام بنی نوع انسان گواہ ہو جاتے ہیں کہ یہ اپنی خاطر خدمت نہیں کر رہے تھے ہم سے کچھ لینے کی خاطر خدمت نہیں کر رہے تھے بلکہ اللہ سے کچھ لینے کی خاطر خدمت کر رہے تھے تو محض دعویٰ، دعویٰ نہیں رہتا بلکہ ایک قطعی ثبوت اس کی تائید میں اٹھ کھڑا ہوتا ہے جس کو ردّ نہیں کیا جا سکتا۔

”اور پھر حقیقی نیکیاں جو ہر ایک قوت سے متعلق ہیں۔ ایسے ذوق وشوق وحضور دل سے بجا لاتا ہے کہ گویا وہ اپنی فرمانبرداری کے آئینہ میں اپنے محبوبِ حقیقی کو دیکھ رہا ہے۔“

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کو آپ غور سے پڑھا کریں تو پھر آپ کو ان ارشادات کی لطیف باتیں سمجھ آ سکتی ہیں۔ اپنے تمام وجود کو سر سے پاؤں تک، تمام وجود کو، جو جان بیچتا ہے وہ اس میں سے کچھ بھی نہیں رکھتا جو طاعت خلق اور خدمت خلق اور خدمت مخلوق کے لئے بنائی گئی ہے۔ پھر حقیقی نیکیاں جو ہر ایک قوت سے متعلق ہیں یعنی انسان کو اللہ تعالیٰ نے جتنی بھی صلاحیتیں بخشی ہیں ان تمام صلاحیتوں سے کام لیتے ہوئے وہ اللہ کے دین اور اس کی مخلوق کی خدمت کرتا ہے اور ہر ایک کی صلاحیتیں الگ الگ ہیں مگر جس چھابڑے میں جو کچھ ہو گا وہی تو بیچے گا۔ پس ایک غریب انسان بھی اسی طرح اپنا سب کچھ بیچنے والا بن جاتا ہے جس طرح ایک امیر انسان اپنا سب کچھ بیچنے والا بن جاتا ہے۔ توفیق تو اس کی اپنی بنائی ہوئی نہیں، توفیق تو اللہ تعالیٰ سے حاصل ہوتی ہے۔ پس مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (البقرۃ:4) کا یہ معنی ہے کہ جو کچھ وہ بیچتا ہے وہ وہی کچھ ہے جو ہم نے اس کو دیا تھا اس میں سے پھر کچھ اپنے لئے نہیں رکھتا تمام تر پیش کر دیتا ہے۔ پس اگر کسی کی قسمت میں، کسی کے مقدر میں ایک کھوٹی کوڑی بھی ہو یعنی کچھ بھی نہ ہو تو اپنا خالی دامن لے کر اس میں خدا کی محبت اور تمناؤں سے جھولی بھر کر بظاہر خالی دامن میں اپنی محبت اور نیک تمناؤں کی جھولی اٹھائے

ہوئے خدا کی خدمت میں حاضر ہو جاتا ہے وہ بھی وہی ہے جس نے سب کچھ بیچ دیا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ’’ایسے ذوق وشوق وحضور دل سے بجالاتا ہے۔‘‘ میں نے جو یہ کہا تھا تمنائیں اور محبتیں لے کے حاضر ہوتا ہے یہ اس کا ترجمہ ہے، حضور دل سے بجالاتا ہے اس کا دل تمام تر یہ چاہتا ہے کہ جس حد تک خدمت ممکن ہے میں کروں۔ ’’گویا وہ اپنی فرمانبرداری کے آئینہ میں اپنے محبوب حقیقی کو دیکھ رہا ہے۔‘‘ اس کی فرمانبرداری کا ایک شیشہ اس کے سامنے ہے اور اس میں اسے اپنی ذات دکھائی نہیں دیتی وہ محبوب دکھائی دیتا ہے جس کی خاطر اس نے اپنی ساری زندگی کو ایک نئی صورت میں ڈھال دیا۔

’’اور ارادہ اس کا خدا تعالیٰ کے ارادہ سے ہم رنگ ہو جاتا ہے۔ (جو اللہ کا ارادہ وہی اس کا ارادہ، جو مالک کا ارادہ وہی غلام کا ارادہ) اور تمام لذّت اس کی فرمانبرداری میں ٹھہر جاتی ہے۔‘‘

اب یہ لفظ ’’ٹھہر جاتی ہے‘‘ قابل غور ہے۔ فرمایا کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی رضا میں ایسی لذّت نہیں ملتی کہ جو آئے اور چلی جائے وہ لذّت اس کے دل میں پناہ گزین ہو جاتی ہے۔ وہ لذّت ایسی ٹھہرتی ہے کہ پھر جانے کا نام نہیں لیتی۔ پس وہ سب لوگ مستثنیٰ ہیں جو کبھی اللہ کی رضا میں محبت پاتے ہیں، مزہ دیکھتے ہیں اور کبھی نہیں دیکھتے۔ بہت سے ایسے انسان ہیں، کثرت سے ایسے انسان ہیں جو اللہ کی رضا سے کبھی نہ کبھی تو ضرور لطف اندوز ہوتے ہیں لیکن اپنی جان نہیں بیچی ہوتی اس لئے وہ محبت آ کر ٹھہر نہیں جاتی، آئی اور چلی گئی اور دوسری لذتیں پھر اس کی جگہ اپنا ٹھکانہ دل میں بنا لیتی ہیں اور اس طرح وہ خدا کے بندے جو جان بیچنے والے ہیں دوسرے بندوں سے ممتاز ہو کر الگ ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک بہت گہری حقیقت ہے جس کی طرف میں آپ کو خصوصیت سے متوجہ کرتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ حقیقت بیان کر کے ہماری آنکھوں سے پردے اٹھا دئے ہیں۔ ہم میں سے بکثرت ایسے ہیں جنہوں نے کبھی نہ کبھی اللہ کی رضا کے نتیجہ میں دل کو لذّت سے معمور ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ بعض ایسے ہیں جن کے بدن پہ جھرجھری طاری ہو جاتی ہے جب وہ خدا کے کسی خاص انعام پر غور کرتے ہیں یا کسی خاص مصیبت سے اللہ تعالیٰ ان کو نجات بخشتا ہے تو واقعۃً ان کے دل میں اللہ کا پیار ایک لذت بن کے اترتا ہے لیکن ٹھہرتا نہیں۔ آیا اور چلا گیا اور پھر دنیا کی لذتیں

دل میں قرار پکڑ لیتی ہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک ایک لفظ قابل توجہ ہے۔ ’’تمام لذت اس کی فرمانبرداری میں ٹھہر جاتی ہے۔‘‘ اب کوئی دنیا کا چوٹی کا ادیب بھی ایسی تحریر نہیں لکھ سکتا کہ ہر ہر لفظ بامعنی ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فصاحت و بلاغت سچائی پر مبنی ہے ایک لفظ بھی بے حقیقت نہیں، کوئی لفظ نہیں جو سچائی سے نور یافتہ نہ ہو اور یہی سچائی ہے جو آپؑ کی تحریروں کو ہمیشہ کے لئے زندہ کر رہی ہے۔

’’اور تمام اعمال صالحہ نہ مشقت کی راہ سے بلکہ تلذّ ذ اور احظاظ کی کشش سے صادر ہونے لگتے ہیں۔‘‘

جب دل میں خدا کی محبت کا لطف ٹھہر جاتا ہے تو اس لطف کو بڑھانے کی خاطر، اس کو ہمیشہ اپنا راہنما بنانے کی خاطر ویسے ہی لطف کے لئے وہ کوشش کرتے ہیں اور انسان جو لذّت کے لئے کوشش کرتا ہے وہ مشقت نہیں ہوا کرتی۔ ہماری جتنی عبادتیں، جتنی خدمتیں مشقت کا رنگ رکھتی ہیں وہ لذت سے محروم ہیں۔ کوئی چیز جس میں لذت ساتھ ساتھ حاصل ہو رہی ہو اسے مشقت نہیں کہا جاتا۔ دنیا کے ادنیٰ دکاندار بھی دیکھیں کتنی محنت کر رہے ہیں، اپنے تھوڑے سے پیسے کمانے کی خاطر لیکن چونکہ ان پیسوں میں مزہ آ رہا ہے اس لئے دیکھنے والا سمجھتا ہے کہ بڑی مشقت ہے۔ ان کی بلا سے ان کو ذرّہ بھی اس میں مشقت محسوس نہیں ہوتی۔ کوئی شخص جو صبح اٹھتا ہے، دکان کھولتا ہے، کوئی بنیا دیکھیں، سوچیں ذرا وہ رات کے بارہ بجے تک حساب فہمی کرتا رہتا ہے اگر اس کو آپ جا کے ہمدردی کریں، کہیں میاں بس کرو، تھک گئے ہوگے، دوپہر ہوگئی ہے اب آرام کرو تو کیسی کڑی نظروں سے تمہیں دیکھے گا کہ جاؤ جاؤ اپنی راہ لو مجھ کو میرے حال پہ رہنے دو مجھے مزہ آ رہا ہے اس چیز میں اور مزے کے بغیر وہ کام کر ہی نہیں سکتا۔ تو فرمایا: ’’اعمال صالحہ نہ مشقت کی راہ سے بلکہ تلذّ ذ اور احظاظ کی کشش سے صادر ہونے لگتے ہیں۔‘‘ تمام اعمال صالحہ میں ان کو اللہ کی رضا کا مزہ دکھائی دے رہا ہوتا ہے، مزہ محسوس ہو رہا ہوتا ہے اور وہ اس وجہ سے خودبخود صادر ہونے لگتے ہیں۔

’’(یہی) وہ نقد بہشت ہے۔‘‘

یہ ’’نقد بہشت‘‘ یہ اب قابل غور بات ہے۔ سودا نقدا نقدی ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ اس دنیا میں تو نہیں ملی اور اگلی دنیا میں مل جائے گی۔ اللہ ادھار نہیں رکھتا وہ بہشت جو خدا کی محبت کی اعلیٰ لذات کی بہشت ہے وہ تو نقدا نقدی تمہیں اس دنیا میں ملتی ہے۔

”(یہی) وہ نقد بہشت ہے جو روحانی انسان کو ملتا ہے اور وہ بہشت جو آئندہ ملے گا وہ درحقیقت اسی کی اظلال و آثار ہے۔“

اس دنیا میں جس نے بہشت دیکھ لی اس کا ظل ہے ایک جو اخروی زندگی میں ملے گا۔ آثار ہیں اس کے یعنی اس کے گویا سائے ہیں جیسے نقش قدم انسان چھوڑتا ہے تو قدم تو نہیں ہوتا مگر گزرے ہوئے قدم کے لئے اس کا نقش قدم راہنمائی کر رہا ہوتا ہے۔ تو اگلی دنیا میں جو بہشت ہوگا وہ یہ بہشت تو نہیں ہوگا جو یہاں حاصل ہے کیونکہ اس سے بہت زیادہ بلند ہے مگر جسے اسی دنیا میں یہ اللہ کی محبت کی لذت کا بہشت نصیب ہو جائے اور یہ نقد انقد سودا ہے جو اسے مل جائے وہ ہے جو کامل یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ اب جب بھی میں مرا مجھے اسی بہشت کے سائے کے طور پر بہت اعلیٰ چیزیں نصیب ہونگی جن کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔

اب دنیا میں جتنے بھی مذہب کی معرفت بیان کرنے والے حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد گزرے ہیں ان میں سے کسی کی ایسی تحریر نکال کے دکھاؤ۔ یہ بدبخت ملاں ایک ایسے عارف باللہ کے پیچھے پڑ کے کیوں اپنی آخرت خراب کرتے ہیں، اس کے متعلق بدکلامی کرتے ہیں جو ہمیں اللہ کی محبت کی راہیں کھول کھول کر دکھا رہا ہے۔ فرمایا:

”جس کو دوسرے عالم میں قدرت خداوندی جسمانی طور پر متمثل کر کے دکھلائے گی۔“

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ: 385/ رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب صفحہ: 131، 132)

اظلال و آثار جو ہیں وہ جسمانی طور پر متمثل نہیں ہوا کرتے۔ کسی چیز کا سایہ ہے تو سایہ ہی ہوگا اصل تو نہیں ہوسکتا۔ فرمایا یہ وہ سائے نہیں۔ خدا تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اُس دنیا میں اِس دنیا کی جنت کو متمثل کر کے دکھائے گی وہ واقعۃً نظر آنے والی، محسوس ہونے والی، سونگھنے والی خوشبوؤں سے معطر، مزوں سے بھری ہوئی جنت حقیقت کا روپ اوڑھ لے گی اور وہ حقیقت جو ہے اس کی تفصیل بیان نہیں کی جاسکتی کیونکہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ کوئی آنکھ ایسی نہیں جس نے وہ جنت دیکھی ہو، کوئی کان ایسا نہیں جس نے اس جنت کا بیان سنا ہو۔ پس حقیقت میں وہ جو کچھ بھی ہے یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے مگر اس دنیا کی جو خدا کی محبت کی لذتیں ہیں وہ اتنی زیادہ ہیں کہ ان کی خاطر انسان تمام دنیا کو ایک طرف پھینک دیتا ہے اور ان کو قبول کرتا ہے ان لذتوں کی شدت کا یہ اثر ہے کہ ہر دوسری لذت ہیچ ہو جاتی ہے

تو اس سے لاکھوں کروڑوں گنا بڑھ کر جو لذت آئندہ مقدر ہے اس کا تصور باندھا جائے۔ وہ اگر اور کچھ نہیں تو ان لذتوں کی خاطر ہی اپنی دنیا کو بدلو مگر اگر اس دنیا میں جنت نصیب نہ ہوئی تو ان لذتوں کی خاطر جو کچھ بھی کرو گے وہ سب بے کار جائے گا۔ یہ پیغام ہے جس کو آپ کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے۔ عموماً بعض لوگ سختی کر کے بھی، محنت کر کے بھی بظاہر اگلی دنیا کمانے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں۔ بعض ایسے مشقت کرنے والے ہیں جن کی کھڑے کھڑے ٹانگیں سوکھ جایا کرتی ہیں جو ہاتھ اونچا کرتے ہیں تو ہاتھ شل ہو جاتے ہیں مگر حاصل کچھ نہیں ہوتا کیونکہ مرنے کے بعد کی جو زندگی ہے وہ ان کو ملے گی جن کو ان چیزوں میں گہری لذت ملتی ہے جو ایک لذت کے خیال سے مصیبت اٹھاتے ہیں ان کو نہیں مل سکتی۔

اس اقتباس کے بعد جو یہ رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب صفحہ 131، 132 سے اقتباس لیا گیا تھا اب اسی رپورٹ سے میں ایک اور اقتباس آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ فرماتے ہیں:

> ”یعنی خدا کا پیارا بندہ اپنی جان خدا کی راہ میں دیتا ہے اور اس کے عوض میں خدا تعالیٰ کی مرضی خرید لیتا ہے۔ وہی لوگ ہیں جو خدا تعالیٰ کی رحمتِ خاص کے مورد ہیں۔ غرض وہ استقامت جس سے خدا ملتا ہے اس کی یہی روح ہے جو بیان کی گئی۔ جس کو سمجھنا ہو سمجھ لے۔“

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ: 421/ رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب صفحہ: 188)

اب استقامت کے متعلق، وہ کیا چیز ہے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند اقتباسات میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ اب وقت چونکہ تھوڑا رہ رہا ہے اس لئے مجھے نسبتاً جلدی گزرنا ہوگا۔ ”اللہ تعالیٰ کے بندے جو دین کو دنیا پر مقدم کر لیتے ہیں۔“ یہ تحریر ہے الحکم نمبر 29 جلد 4 صفحہ: 3، مؤرخہ 16 اگست 1900ء کی۔

> ”اللہ تعالیٰ کے بندے جو دین کو دنیا پر مقدّم کر لیتے ہیں ان کے ساتھ وہ رأفت و محبت کرتا ہے۔ چنانچہ خود فرماتا ہے وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ (کہ اللہ اپنے بندوں پر یا خالص بندوں پر بہت مہربان ہے۔) یہ وہی لوگ ہیں جو اپنی زندگی کو جو اللہ تعالیٰ نے ان کو دی ہے اللہ تعالیٰ کی ہی راہ میں وقف کر دیتے ہیں اور اپنی جان کو خدا کی راہ میں قربان کرنا، اپنے مال کو اس کی راہ میں صرف کرنا اس کا فضل اور اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔“

پس وہ ساری دنیا کی جماعتیں جو قربانی کے اِس عظیم دور میں داخل ہو چکی ہیں اور ان جماعتوں میں اللہ تعالیٰ نے جماعت جرمنی کو بھی ایک مقام عطا فرمایا ہے ان کے لئے اس تحریر میں یہ سبق ہے کہ جتنی بھی قربانی دیں اس قربانی کو اللہ تعالیٰ کی رأفت کا حصّہ سمجھیں۔ محض اللہ کا احسان سمجھیں کہ خدا اُن کو یہ توفیق دے رہا ہے اور بھولے سے بھی دل میں یہ خیال نہ گزرے کہ شاید ہم کچھ کر رہے ہیں خدا کی خاطر، خدا کی خاطر ہو یا خدا کے لئے بنی نوع انسان کی خاطر ہو، دونوں صورتوں میں خدمت اپنی ذات میں اعزاز ہے اور اسی کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نقد سودا بیان فرما رہے ہیں۔ ہر خدمت اپنی ذات میں اپنی جزا ہے اور جزا پر انسان کسی پر احسان نہیں رکھا کرتا جس کو جزا مل رہی ہو ساتھ ساتھ وہ کیسے کسی گردن پر احسان رکھ سکتا ہے۔

”اپنے مال کو اس کی راہ میں صرف کرنا اس کا فضل اور اپنی سعادت سمجھتے ہیں مگر جو لوگ دنیا کی املاک وجائیداد کو اپنا مقصود بالذّات بنا لیتے ہیں، وہ ایک خوابیدہ نظر سے دین کو دیکھتے ہیں۔“

”دنیا کی املاک وجائیداد کو اپنا مقصود بالذّات بنا لیتے ہیں۔“ دنیا کمانے سے تو احتراز ممکن ہی نہیں ہے اگر اور کچھ نہیں تو خدا کی راہ میں یا بنی نوع انسان کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے ہی انسان دنیا کمائے گا اور جس کی نیت یہ ہو کہ مجھے اتنا ملے کہ میں زیادہ سے زیادہ اللہ اور اس کے دین کی اور اس کے بندوں کی خدمت کر سکوں وہ اس دنیا کی کمائی کو بالذات نہیں سمجھتے یعنی یہ کمائی ہے۔ ہے تو ہے، نہیں تو نہ سہی اللہ کی مرضی۔ اگر اللہ کی مرضی پر نگاہیں ہیں تو خدا تعالیٰ اگر چاہے تو ان کو سب کچھ چھین کر اس ابتلا میں بھی آزما سکتا ہے کہ جب ان سے سب کچھ چھین لیا جائے تو دیکھیں ان کے چہرہ پر یا ان کے دل پر ملال تو نہیں آ جاتا۔ جو اللہ کی خاطر جو کچھ ان کے پاس ہے فدا کرتے رہتے ہیں وہ زیادہ فدا تو نہیں کر سکیں گے مگر جو کچھ تھوڑا بہت ان کے پاس بچ جائے گا وہی پیش کرتے رہیں گے۔ اس کے برعکس بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ جب کشائش سے آزماتا ہے تو اس وقت وہ کچھ نہ کچھ خدا کی راہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں اور جب ان پر مالی تنگی کے دن آتے ہیں تو اجازتیں لیتے ہیں کہ اب ہمیں توفیق نہیں رہی حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو مضمون پیش فرما رہے ہیں اس کے مطابق دنیا بالذات نہیں ہوتی۔ اصل میں اللہ کی رضا حاصل کرنا اور اس کی خاطر

اس کا دیا ہوا خرچ کرنا ہے۔ پس اگر اس نے کم کر دیا تو کم میں سے دو۔ اگر زیادہ دیا ہے تو زیادہ میں سے دو۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا دین دنیا پر مقدّم رہتا ہے۔ فرمایا ایسے لوگ دین کو ایک خوابیدہ نظر سے دیکھتے ہیں۔ یہ خوابیدہ نظریں بھی ہر انسان پہچان سکتا ہے۔ کم سے کم اپنی خوابیدہ نظر کو پہچاننے کی انسان میں صلاحیت ضرور موجود ہے۔ دینی امور جتنے بھی اس کے گردوپیش واقع ہو رہے ہیں وہ ان کو ایک اتفاقاً حادثاتی طور پر ساتھ ساتھ چلنے والے امور سمجھتا ہے، براہ راست اس کا دل ان امور میں نہیں ہوتا۔ احمدیت ترقی کر رہی ہے، لوگ نیک بنتے چلے جا رہے ہیں، سب میں قربانی کی روح بیدار ہو رہی ہے اسے یہ محسوس نہیں ہوتا کہ یہ سارے میرے لئے خدا تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ ہر بات جو میں ایسی سنتا ہوں جو دین کی ترقی کی ہے وہ میرے دل میں بے انتہا لذت پیدا کرتی ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہ، بِسْمِ اللّٰہ کہتے ہیں کہ اچھا یہ ہو رہا ہے مگر براہِ راست دل پر وہ لذت کی کیفیت طاری نہیں ہوتی جیسی اپنی تجارت کے چمکنے کے نتیجے میں ان کے دل پر ایک لذت کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اگر کوئی ان کو خبر سنائے کہ جو روپیہ تم نے فلاں جگہ لگایا تھا وہ ایسا ہوا کہ تجارت میں کہ وہ بہت بڑھ چکا ہے۔ دنیا میں ایسے حادثات ہوتے ہیں جن کے نتیجہ میں بعضوں کی معمولی تجارتیں بھی ایک دم چمک اٹھتی ہیں۔ اگر وہ ایسا دیکھیں تو دیکھیں ان کا دل اس بات کو کبھی بھی خوابیدہ نظر سے نہیں دیکھے گا، بے انتہا خوشیوں سے بھر جائے گا، لذتیں دل میں سمائی ہی نہیں جائیں گی۔ اتنا گہرا اثر پڑے گا اس خبر کا کہ اگر اس کو احمدیت کی کامیابیوں کی خبر کے ساتھ موازنہ کر کے دیکھیں تو وہ کچھ بھی باقی نہیں رہے گی۔ پس یہ بہت لطیف باتیں ہیں جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام چند لفظوں میں بیان کرتے ہیں۔ اب جب میں نے سمجھا دیا تو پھر دوبارہ سنیں اس تحریر کو تو معلوم ہوگا کہ خوابیدہ نظر کیا معنی رکھتی ہے۔

”مگر جو لوگ دنیا کی املاک و جائیداد کو اپنا مقصود بالذّات بنا لیتے ہیں وہ ایک خوابیدہ نظر سے دین کو دیکھتے ہیں۔ مگر حقیقی مومن اور صادق مسلمان کا یہ کام نہیں ہے۔ سچا اسلام یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی ساری طاقتوں اور قوتوں کو مادام الحیات وقف کر دے۔ (جب تک زندگی باقی ہے ان سب چیزوں کو وقف کر دے) تا کہ وہ حیاتِ طیّبہ کا وارث ہو۔“

(الحکم جلد 4 نمبر 29 صفحہ: 3، مؤرخہ 16 اگست 1900ء)

جن لوگوں کے حق میں یہ فرمایا گیا ہے کہ ان کو حیات طیّبہ عطا ہوئی ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کی زندگی کا لحہ لحہ موت تک خدا کی راہ میں وقف رہتا ہے۔

یہ یادداشتیں، براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 416 سے لی گئی ہیں۔ پھر فرمایا:

”اے ایمان والو خدا کی راہ میں اپنی گردن ڈال دو اور شیطانی راہوں کو اختیار مت کرو۔“

جیسا کہ کلام الٰہی سے میں نے یہ ثابت کر کے دکھایا تھا کہ اور کا لفظ بظاہر ایک زائد بات کا تقاضا کر رہا ہے مگر حقیقت میں پہلی بات ہی کی تشریح ہے۔ بعینہٖ اسی رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ عبارت ہے کہ ”اے ایمان والو خدا کی راہ میں اپنی گردن ڈال دو۔“ گردن دو طرح سے ڈالی جاتی ہے۔ ایک بیل جس کے اوپر، جس کی گردن میں خدمت کا جُوا ڈالا جاتا ہے وہ بیل جس کو عادت پڑ چکی ہوتی ہے جب جُوا اٹھا کر زمیندار اس کی طرف چلتا ہے گردن پر ڈالنے کے لئے تو میں نے خود دیکھا ہے ایسے بیلوں کو وہ سر نیچے کر دیتے ہیں اور وہ بیل زمیندار کو بہت پیارے ہوتے ہیں اور کچھ بیل ایسے ہیں جو سینگ مارتے ہیں اور بڑی مشکل سے ان کو قابو کرنا پڑتا ہے رسی کے پھندے ان کے سینگوں پہ ڈالنے پڑتے ہیں اور ایک آدمی ایک طرف سے گھسیٹ رہا ہے دوسرے نے جا کر جُوا ڈال دیا۔ تو یہ سلوک تو نہ کروا پنے اللہ سے۔ اس کے بیل ہو اس کے لئے اپنی جان بیچ ڈالی اور گردن جُوا کے لئے خم نہ کی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں خدا کی راہ میں اپنی گردن ڈال دو۔ ایک یہ معنی ہیں۔ دوسرا ذبح ہونے کے لئے گردن ڈال دو جیسے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنی گردن ڈالی تھی۔ تو یہ دونوں طریق ایسے ہیں جن میں آپ اپنی جان کے ذریعہ اس بات کا اقرار کر رہے ہوں گے کہ میں نے یہ جان بیچی ہوئی ہے میری نہیں رہی۔ اس کے بعد ”اور شیطانی راہوں کو اختیار مت کرو“ کا یہ مطلب ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ ایسا گردن ڈالنے والا احتمالاً بھی شیطان کی راہ اختیار کر سکتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ وہ الگ بات ہے، یہ اور بات ہے۔ شیطانی راہیں اختیار کرنے والے اور لوگ ہیں اور یہ بالکل اور لوگ ہیں۔ اگر شیطان سے بچنا ہے تو گردن ڈالنا ضروری ہے۔ لازم ہے کہ خدا کے سامنے اپنی گردن ڈال دو۔ ”کہ شیطان تمہارا دشمن ہے۔“ وہی آیت کریمہ ہے جو میں نے پہلے پڑھی تھی اسی کا تشریحی ترجمہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں۔ فرماتے ہیں:

’’اس جگہ شیطان سے مراد وہی لوگ ہیں جو بدی کی تعلیم دیتے ہیں۔‘‘

(براہین احمدیہ حصّہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ:416)

اب یہ خیال نہ گزرے کہ کوئی خیالی شیطان ہے جس سے ہر آدمی سمجھتا ہے میں بچا ہوا ہوں۔ اس کے گردو پیش، اس کے ماحول میں، اس کو برے کاموں کی طرف بلانے والے وہ شیطان ہیں۔ پس جس نے اپنی گردن خدا کی راہ میں دے رکھی ہو وہ ان کی باتیں کب سنے گا وہ ان کو مردود کر کے اپنی طرف سے ہٹا دے گا ایسے لوگوں کی دوستی کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ سب کچھ تو خدا کے حضور انہوں نے پیش کر رکھا ہو اور اس میں سے حصّہ مانگ رہے ہوں۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ کا کلام ہمیں سکھایا گیا کہ تلاوت سے پہلے ضرور پڑھ لیا کرو کیونکہ جب تلاوت کرتے ہو تو گویا خدا کے ہو جاتے ہو اور شیطان کوشش کرے گا کہ تمہارا کوئی حصّہ بھی خدا کے فضل سے باہر رہ جائے اور یہ اسے اچک لے۔ پس وہ لوگ زندہ آپ کے اردگرد پھرتے ہیں، آپ ان کو جانتے ہیں، دیکھتے ہیں، ان سے مراسم رکھتے ہیں جو خدا کی مرضی کے خلاف بھی آپ کو تعلیمیں دیتے ہیں، کہتے ہیں یہ جھوٹ بولو تو یہ فائدہ ہو جائے گا یہاں پیسہ لگاؤ خواہ پیسہ لگانا حرام ہو اس سے فائدہ پہنچے گا اس طرح رزق کماؤ۔ یہ حقائق ہیں روزمرّہ گزرنے والے حقائق ہیں، کوئی فرضی باتیں نہیں ہیں۔ آپ ان کو دیکھتے ہیں اور پہچانتے نہیں۔ پس جس نے خدا کی راہ میں اپنی گردن ڈالی ہو وہ ضرور پہچانے گا۔ اس آئینہ میں اپنے آپ کو دیکھیں اور خود اپنا اپنا جائزہ لیں۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’جو شخص اپنے وجود کو خدا کے آگے رکھ دے (نہ اس کی گردن اپنی رہی نہ اس کے پاؤں کے ناخن اپنے رہے کچھ بھی باقی نہ رہا) اور اپنی زندگی اس کی راہوں میں وقف کرے اور نیکی کرنے میں سرگرم ہو۔ سو وہ سرچشمۂ قربِ الٰہی سے اپنا اجر پائے گا۔‘‘

ایسے شخص کو قربِ الٰہی کے سرچشمہ سے پلایا جائے گا جس کو ہم کوثر کہتے ہیں یہ وہی کوثر ہے اللہ کے قرب کا سرچشمہ، جس کو یہ سرچشمہ نصیب ہو جائے اسے ایک آبِ حیات اور آبِ بقا مل گئی۔ ایسے شخص پر کبھی موت وارد نہیں ہوا کرتی۔

’’اور ان لوگوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم (ہے)۔‘‘

جن پر سے موت اٹھا لی گئی ہو، جن کو ہمیشہ کی بقاء کا وعدہ دے دیا گیا ہو یعنی خدا کی طرف سے ان لوگوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔

’’یعنی جو شخص اپنے تمام قویٰ کو خدا کی راہ میں لگا دے اور خالص خدا کے لئے اس کا قول اور فعل اور حرکت اور سکون اور تمام زندگی ہو جائے۔ اور حقیقی نیکی (کے) بجالانے میں سرگرم رہے۔ سو اس کو خدا اپنے پاس سے اجر دے گا اور خوف اور حزن سے نجات بخشے گا۔ یاد رہے کہ یہی اسلام کا لفظ کہ اس جگہ بیان ہوا ہے دوسرے لفظوں میں قرآن شریف میں اس کا نام استقامت رکھا ہے۔‘‘

میں نے عرض کیا تھا کہ پہلے جو لفظ استقامت گزرا ہے اس کی تشریح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ ہی میں آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ پس اس اقتباس کے بعد میں اس خطبہ جمعہ کو ختم کروں گا۔ فرمایا:

’’دوسرے لفظوں میں قرآن شریف میں اس کا نام استقامت رکھا ہے جیسا کہ وہ یہ دعا سکھلاتا ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۔‘‘

یعنی ہمیں استقامت کی راہ پر قائم کر اور ان لوگوں کی راہ جنہوں نے تجھ سے انعام پایا۔ ان لوگوں کی راہ استقامت کی راہ تھی جو انبیاءؑ تھے اور ان لوگوں کی راہ استقامت کی راہ تھی جو صدیق تھے جو کامل وفا کے ساتھ اپنے انبیاءؑ کے پیچھے چلتے رہے اور ان لوگوں کی راہ استقامت کی راہ تھی جنہوں نے اس راہ میں ہی جان دے دی اور اس راہ سے ہٹے نہیں اور وہ صالحین ہی بھی اس استقامت کی راہ پر تھے جو اس قافلے کے پیچھے پیچھے آرہے تھے مگر تھے اسی قافلہ کا حصّہ۔ وہ آگے تو نہ بڑھ سکے مگر پہلوں کی قدموں کی خاک چومتے ہوئے اُسی راہ پر انہوں نے اپنی زندگی ختم کی۔ فرمایا یہ ہے استقامت کی راہ۔ دعا کا ترجمہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں یہ ہے:

’’ہمیں استقامت کی راہ پر قائم کر، ان لوگوں کی راہ جنہوں نے تجھ سے انعام پایا اور جن پر آسمانی دروازے کھلے۔ واضح رہے کہ ہر ایک چیز کی وضع استقامت اس کی علّتِ غائی پر نظر کر کے سمجھی جاتی ہے۔‘‘

اب یہ بہت گہرا کلام ہے جسے لازماً سمجھائے بغیر آپ کو سمجھ نہیں آئے گی۔ ’’ہر ایک چیز کی وضعِ استقامت اس کی علّتِ غائی پر نظر کر کے سمجھی جاتی ہے۔‘‘ استقامت کے لئے پہلے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اس چیز کا

مقصد کیا تھا، اس کے بنانے کا مقصد کیا تھا، اس کی استقامت اس مقصد کے مطابق ڈھالی جائے گی یعنی اس کی استقامت کی صلاحیتیں جو اس کا مقصد تھا اس کے مطابق بنائی جانی ضروری ہیں۔

”انسان کے وجود کی علّتِ غائی یہ ہے کہ نوعِ انسان خدا کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ پس انسانی وضع استقامت یہ ہے کہ جیسا کہ وہ اطاعت ابدی کے لئے پیدا کیا گیا ہے ایسا ہی درحقیقت خدا کے لئے ہو جائے۔“

پیدا کرنے کی غرض یہ تھی کہ ہمیشہ خدا کی عبادت کرے، ہمیشہ اس کی پیروی کرے۔ اگر اس غرض کے مطابق وہ ہو جاتا ہے تو یہ اس کی استقامت ہے۔ محض راہ کی تکلیفوں کو برداشت کرنا استقامت کا نام نہیں ہے۔ یہ تشریح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہمیں بتلا رہی ہے کہ اگر ہم عبادت کی خاطر پیدا کئے گئے تھے تو ہماری استقامت کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا سارا وجود عبادت کی خاطر خاص ہو جائے اور کلیۃً اللہ کا ہو جائے۔

”اور جب وہ اپنے تمام قویٰ سے خدا کے لئے ہو جائے گا تو بلا شبہ اس پر انعام نازل ہوگا جس کو دوسرے لفظوں میں پاک زندگی کہہ سکتے ہیں۔“

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ: 344، 345)

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ میں اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کا ترجمہ ہے: ”تو یقیناً اس پر انعام نازل ہوگا۔“ اب انعام کا عام معنی یہ لیا جاتا ہے کہ اس کو کوئی قسم کی نعمتیں ملیں گی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ معنی نہیں فرما رہے ”جس کو دوسرے لفظوں میں پاک زندگی کہہ سکتے ہیں“ یعنی انعام سے مراد ہی پاک زندگی ہے۔ جب خدا کی طرف سے پاک زندگی مل گئی تو یقین کرو کہ یہ انعام ہے اور اگر پاک زندگی نہیں ملی اور دنیا کی نعمتیں ملی ہیں تو محض اس دھوکے میں مبتلا نہ رہنا کہ اللہ تعالیٰ کا انعام ہے جس نے ثابت کر دیا کہ آپ صراط مستقیم پر قائم تھے۔ پس پاک زندگی اصل مقصود ہے، اصل مطلوب ہے اگر پاک زندگی ہم سب کو نصیب ہو جائے تو یہی زندگی کا وہ مقصد ہے جو ہم نے پا لیا پھر ہم یہ کہتے ہوئے جان جانِ آفریں کے سپرد کر سکتے ہیں کہ فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ خدا کی قسم، میں ربّ کعبہ کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ میں کامیاب ہو گیا۔ اللہ ہمیں یہ کامیابی عطا فرمائے۔ آمین